بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز

نئی تعلیمی پالیسی
ملکی سالمیت کے خلاف سازش

نظامِ تعلیم کی زبوں حالی

دورِ حاضر میں ہمارا نظامِ تعلیم جس ابتری اور زبوں حالی کا شکار ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ کسی بھی نظامِ تعلیم میں ابتدائی تعلیم کو خشتِ اول کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر بدقسمتی سے پاکستان ہی ایسا بدنصیب ملک ہے جس کو یومِ اول سے تاہنوز مستحکم اور کامیاب نہ ہی اپنے اساسی نظریات سے ہم آہنگ نظامِ تعلیم کی صحیح بنیاد بھی فراہم نہ کی جاسکی ؎

خشتِ اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام درہم برہم ہوچکا ہے۔ ملتِ اسلامیہ پر طاری عمومی زوال اور تہذیبی ابتلاء نے ہماری تعلیمی زندگی کو مفلوج کرکے رکھ دیا ہے اور جب گردوپیش کے موجود سرکاری تعلیمی اداروں کا جائزہ لیا جائے تو بدیہی طور پر یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں تدریسی عمل محض ایک رسمی سی کارروائی بن کر رہ گیا ہے اور اس سے مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو رہے تاوقتیکہ بچوں کے والدین خود اپنا قیمتی وقت اور ہزاروں روپے ٹیوشنز پر صرف نہ کریں۔

نئی تعلیمی پالیسی اور وزارتِ تعلیم کی تازہ ہدایات

تعلیمی زندگی کے اربابِ بست وکشاد اپنی جگہ غفلت و سہل انگیزی اور فکری مرعوبیت کا شکار ہوکر اغیار کی بے جا تقلید میں محو ہیں، جس کی تازہ ترین مثال وفاقی وزارتِ تعلیم کی جانب سے تازہ ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی کی تشکیل ہے اور وہ یہ ہے کہ :-

(۱) ابتدائی تعلیم میں ذریعۂ تعلیم مادری زبان قرار دی جائے، سندھ میں سندھی اور اردو، بلوچستان میں علاقائی مناسبت سے تین زبانوں بلوچی، پشتو، براہوی، سرحد میں پشتو اور پنجاب میں پنجابی اور سرائیکی ذریعۂ تعلیم ہوگی۔

(۲) انگریزی کو پہلی جماعت سے لازمی کردیا گیا ہے تاکہ مشترک ذریعۂ تعلیم بنے اور سرکاری دفاتر میں اس کی موجودہ حاکمیت اور تسلط کو برقرار رکھا جاسکے۔

نصابِ تعلیم کا ایک جائزہ

یہاں تو پہلے سے حالت یہ ہے کہ اربابِ حکومت اور ذمہ دارانِ تعلیم نے نصابِ تعلیم کی تشکیل اور مضامین کے انتخاب جیسے اہم امور پر کبھی بھی سنجیدگی سے غور نہیں کیا۔ بچوں کی فکری نشوونما ابتدائی سطح ہی سے نصاب کی بھرمار اور لاتعداد کتب کے ناروا بوجھ تلے دب کر رہ جاتی ہے جس کے نتیجے میں بچے نہ صرف پریشان رہتے ہیں بلکہ تعلیمی سرگرمیوں سے اکتاہٹ کا بھی شکار ہو جاتے ہیں۔

نصابِ تعلیم کا جائزہ لیں تو تعلیمی زندگی سے دین فہمی کی روح کو نکال دیا گیا ہے اور موجودہ نظامِ تعلیم میں سیرت و کردار کی تشکیل کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے ؎

روش روش پہ جمت کی کچھ ایسا عالم ہے
کہ امتیازِ بہار و خزاں نہیں ہوتا

ملک کی نظریاتی اساس اور ایک مسلمان قوم ہونے کے پیشِ نظر ذمہ دارانِ قوم کا یہ فرض تھا کہ وہ نظامِ تعلیم کی ترویج و استحکام اور اس کے مؤثر اور انقلابی بنانے کے لیے ایسے قواعد متعین کر دیتے جس سے بچوں کی روحانی، عقلی اور جسمانی تربیت کی جا سکتی اور ان کی شخصیتوں کو اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی اعتبار سے اسلامی تعلیمات اور انسانی اقدار کے سانچوں میں ڈھالا جا سکتا جو سلف صالحین کے طریقہ کے مطابق، عقیدۂ ربانی کی روح، اسلام کے طریقے، قرآن کے بتائے ہوئے راستے، سنتِ نبویہ کی پیش کردہ ہدایات، سلف صالحین کے طریقہ کے موافق اور شریعتِ اسلامیہ کے منہاجِ ہدایت کے مطابق ہوتا۔

تیری ہی زلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم

مگر یہاں تو حال یہ ہے کہ بچے اپنے گھر اور مسجد کے ماحول میں جو کچھ دینی فکر و شعور حاصل کر لیتے ہیں سکول اور کالج کے ماحول میں اسے گنوا بیٹھتے ہیں۔ تازہ ترین تعلیمی سکیم سے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی جائے گی ؎

لے گئی وہ بھی اڑا کر بادِ صرصر دیکھئے!
زندگی کی کچھ رمق باقی جو انسانوں میں تھی

اور وجہ ظاہر ہے کہ ملکی یکجہتی و اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی دیرینہ خواہش رکھنے والے گروہ اندر ہی اندر بڑی خاموشی اور خوبصورتی سے اپنی خطرناک سازشوں کا جال پھیلا رہے ہیں۔ اسلامی اقدار، شرافت و حیا، قومی و ملی شعور اور نظامِ تعلیم میں برائے نام اسلام کے تذکرے کو بھی بلکہ قومی نظریہ وحدت کی بنیادوں کو بارودی سرنگیں لگا کر اڑا دیتے اور اس کی جگہ ایسا نظامِ تعلیم مسلط کر دینے کی راہ پر گامزن ہیں جو پوری قوم کے ٹکڑے کر دے اور وہ منزل سر کر لی جائے جو علیحدگی پسند

سیاسی تنظیمیں اپنی برسوں کی جد وجہد سے بھی حاصل نہ کر سکیں۔ یہ قوم کے اتحاد و یکجہتی کو پارہ پارہ کرنے والا روس کا آزمودہ نسخہ ہے جسے اب اس کی معنوی ذریت پاکستان میں آزمانا چاہتی ہے۔

اب کی تازہ تعلیمی پالیسی اس بات کا واضح اور قطعی ثبوت ہے کہ پورے ملک میں قومی زبان اور قومی اندازِ فکر کے خلاف خفیہ اور شرانگیز تخریبی ریشہ دوانیاں منظم طریقے پر بالائے بام آ گئی ہیں ؎

اُلجھ کے پیچ و خم روزگار میں دیکھا
تیری ہی زُلف کا ہوتا ہے سلسلہ معلوم
ہے اور کون جو پھولوں کو روندتا گذرے
مجھے تو ہوتا ہے ان کا ہی نقشِ پا معلوم

ملکی سالمیت کو تاراج کرنے کیلئے روسی نسخہ کا استعمال

قوموں کی ترقی اور تنزلی میں زبان کو بہت بڑا دخل ہے۔ روسی ترکستان کی ریاست کرغیز، تاجکستان، ازبکستان، قازقستان، ترکمانستان کا تمام علاقہ مسلمانوں سے آباد تھا، وہ ترکی زبان بولتے تھے اور عربی رسم الخط میں لکھتے تھے۔ اس لسانی رشتہ نے ان ریاستوں کو ایک دوسرے سے منسلک اور متحد کر رکھا تھا۔ خدا دشمن لینن کے زمانہ میں ماسکو کے زیرِ کنٹرول ان اسلامی ریاستوں کی ایک فیڈریشن قائم کی گئی مگر داخلی طور پر یہ ریاستیں اپنی زبان، اپنی ثقافت، ادب اور رسم الخط میں ہر طرح آزاد اور باہم مربوط تھیں۔ اس متحدہ وحدت کو اسلام دشمن سٹالن نے توڑ کر علیحدہ علیحدہ قومیں بنا دیں اور وہاں کے مسلمانوں کی لسانی وحدت کو ختم کرنے اور ان کو اپنے آبائی، تاریخی اور مذہبی ورثہ سے محروم کرنے کے لیے وہاں کی ہر ری پبلک میں ان کی مقامی اور علاقائی زبان رائج کر کے عالمِ اسلام سے ان کا رشتہ کاٹ کر لادینیت کا شکار بنا لیا اور اسلامی وحدت کا شیرازہ منتشر کر دیا۔

یہی نسخہ اتاترک نے ترکی میں، نہرو نے آزادی کے فوراً بعد ہندوستان میں استعمال کیا۔ ترکی میں لاطینی رسم الخط اور ہندوستان میں سنسکرتی ہندی رائج کر کے مسلمانوں کو لادین بنانے کی مہم نہایت کامیابی سے چلائی گئی۔

آزاد پاکستان کی سالمیت کو تاراج کرنے کے لیے روسی منصوبے کے تحت مسلمانوں کو قومی سرمایہ سے محروم کرنے کے لیے علاقائی زبانوں کی ترویج و ترقی اور اُردو کشی کی مہم چلائی گئی۔ اسی مقصد اور مہم کی تکمیل کے پیشِ نظر روسی اور بھارتی ایجنٹوں نے سندھی، بلوچی، پشتو، براہی، پنجابی اور سرائیکی وغیرہ کے علم بلند کر رکھے ہیں۔ گذشتہ ادوار میں سرکاری سطح پر ان کی بھرپور پشت پناہی کی جاتی رہی۔ اُردو کے خلاف صدر ایوب خان کے دور میں اس مہم کا آغاز ہوا، بھٹو کے دور میں یہ اُردو کش منصوبہ پروان چڑھا اور اب کے ارباب حکومت نے اسے باقاعدہ طور پر تعلیمی پالیسی میں

اپنا کر خطرناک روسی منصوبہ کی ترقی و ترویج کی خشتِ اوّل رکھ دی مگر ردّ عمل کے طور پر قوم ٹس سے مس تک نہ ہوئی سے

ہنس کے بولے اب تجھے زنجیر کی حاجت نہیں
اُن کو میری بے بسی کا اعتبار آ ہی گیا

نسلِ نو کے مستقبل کا تحفظ اور والدین کی ذمہ داریاں

ایسے حالات میں والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ سکولوں میں جاتے والے بچوں کو اوّل روز سے یہ ذہن نشین کرادیں کہ معاشرتی فساد، اخلاقی آزادی و کمزوری اور بے حیائی و اباحیت جو اسلامی ماحول میں پھیلتی جارہی ہے یہ یہودی، صیہونی، شیوعی، صلیبی اور استعماری سازشوں کا نتیجہ ہے۔ تو اس سے عقل و شعور کی پختگی کے زمانے میں نسلِ نو کے ایک بڑے حصہ کو فتنہ و فساد، جنسی آوارگی، بے راہروی اور شہوات و لذات کی رو میں بہنے سے بچایا جاسکتا ہے۔ مکمل نظامِ تعلیم کی تبدیلی، اسلامی انقلاب اور دینی قیادت کے ہاتھ میں زمامِ کار تھما دینے کے بغیر ناممکن ہے۔ تاہم نسلِ نو کے مستقبل کے تحفظ کے سلسلہ میں قومی اور سیاسی راہنماؤں کی طرح والدین کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔

بچوں کو ایمان اور عقیدۂ صحیحہ کی تعلیم، اعلیٰ اخلاق اور بہترین ادب کی تربیت، عقلِ سلیم، تندرستِ جسم، طاقت اور صحت کی درستگی کی ذمہ داری و اہتمام، نفسیاتی سوجھ بوجھ کے بنیادی قواعد اور اصول وضوابط کا لحاظ، دوسروں کے حقوق، معاشرے کے آداب اور بچوں میں فضائل و مناقب پیدا کرنے کا کردار آخر والدین سے بڑھ کر کون ادا کرسکتا ہے ایسے والدین کس قدر ظلم کرتے ہیں اور بچوں کے حقوق کو برباد کرتے ہیں، انسانیت کے قاتل بنتے ہیں جو اپنے فارغ اوقات کو اپنے دوستوں کے ساتھ لایعنی باتوں یا ہوٹلوں اور کلبوں میں اپنے پڑوسیوں یا دوستوں کے ساتھ بیٹھنے یا بے ہودہ قسم کے ڈراموں کے دیکھنے یا اپنے آزاد و بے راہ رو اور بداخلاق دوستوں کے ہمراہ عیاشی میں برباد کرتے ہیں مگر اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے وقت نکالنے کا اہتمام نہیں کرپاتے۔ شوقی مرحوم نے ایسے بچوں کے لیے کہا تھا سے

لیس الیتیم من انتھیٰ ابواہ
مِنَ الحیاۃ وخلفاہ ذلیلا
ان الیتیم ھو الذی تلقی لہ
أمًا تخلت أو أبًا مشغولا

(ترجمہ) "وہ بچہ درحقیقت یتیم نہیں ہے جس کے والدین دنیا کے غم سے آزاد ہو کر اسے بے یار و مددگار چھوڑ گئے ہوں۔ یتیم درحقیقت وہ بچہ ہے جس کو ایسی ماں ملے جو اس سے بے توجہ ہو اور اس کا باپ مشغول ہو کہ اس کی طرف توجہ نہ کرسکے" [۱۲]

مستقبل کا گریجویٹ قومی وحدت اور تعمیر یا انتشار و تخریب کا علمبردار ؟

اگر تازہ ترین تعلیمی پالیسی کے خلاف مؤثر آواز نہ اٹھائی گئی تو سکول اور کالج کی تعلیم کو موجودہ برائے نام دینی علوم سے بھی الگ تھلگ کر دیا جائے گا۔ موجودہ نظام تعلیم بھی اتنا کمزور ہے کہ جس کے سبب طلباء تعلیم کی اعلیٰ سطح تک پہنچنے کے باوجود دین سے ناآشنا اور بے بہرہ رہتے ہیں، ان کے فکر و عمل میں مادیت غالب رہتی ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک ڈاکٹر یا انجنیئر تو بن جاتے ہیں مگر انسان مطلوب نہیں بن پاتے۔ اگر خدانخواستہ نئی تعلیمی پالیسی کا تسلط برقرار رکھا گیا تو وہ ایک ڈاکٹر، انجنیئر اور گریجویٹ ہونے کے ساتھ قومی وحدت اور اتحادِ امت سے باغی، قومی اور لسانی تعصبات اور مزید تخریب و انتشار کا علمبردار ہونے کا کردار بھی ادا کرے گا۔ موجودہ حکومت کے دیگر کارہائے نمایاں کی طرح اس کا سہرا اور کریڈٹ بھی اسی کے سر ہو گا ؎

لالہ و گل پر جو گذری ہے گذرنے دیجئے
آپ کو تو مہرباں لطفِ بہار آ ہی گیا

عالمی سطح پر پسماندگی کی وجہ نظام تعلیم کی کمزوری ہے

اس روحانی اور فکری محرومی سے قطع نظر خالص علمی اور تکنیکی اعتبار سے بھی ہماری تعلیمی حالت دگرگوں کر دی گئی ہے۔ تعلیمی لحاظ سے ہم دیگر ممالک کے مقابلے میں بہت پیچھے ہیں کیونکہ موجودہ دور میں بھی ہمارے ملک میں وہ سائنسی نصاب رائج کر دیا گیا ہے جس میں کئی نظریات یورپ اور امریکہ کی جدید سائنسی تحقیقات کی بنیاد پر مسترد ہو چکے ہوتے ہیں یہی سبب ہے کہ ہماری بعض ڈگریوں کو دوسرے ممالک میں تسلیم نہیں کیا جاتا، گویا ہماری تعلیمی رفتار ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں بہت کم اور بعض شعبوں میں تو بالکل کالعدم ہے جبکہ ہماری پسماندگی کی بڑی وجہ بھی یہی ہے۔

علاوہ ازیں بدقسمتی سے ہمارے ملک میں روزِ اوّل سے اعلیٰ سطح تک صرف نظری تعلیم THEORETICAL EDUCATION کا تصور ہی غالب ہے اور عملی تعلیم PRACTICAL EDUCATION پر بہت کم توجہ دی جاتی ہے۔ اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک میں زیادہ تر توجہ عملی تعلیم پر دی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے نظامِ تعلیم کی ایک بنیادی کمزوری یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ طلباء میں حقیقی اور اعلیٰ مقاصد کے حصول کے جذبے کو فروغ نہیں دیا جاتا، طلباء کے اندر ایسا محرک پیدا نہیں ہوتا جو اعلیٰ منازل کے حصول میں انہیں بھرپور جد وجہد پر آمادہ کرے اور وہ اعلیٰ تعلیم کے حصول کی تمنا کے ساتھ ساتھ اپنے اسلاف کی سیرت و کردار کے تابندہ نقوش کی پیروی کا آرزومند رہے۔

متحدہ قومیت کا تصوّر اور اردو زبان کی اہمیّت

نظامِ تعلیم کی زبوں حالی کی پہلے سے حالت ابتری کی ہے اور اس وقت جبکہ پورا ملک علاقائی تعصب اور لسانی تنظیموں کے بھڑکائے ہوئے شعلوں کی لپیٹ میں ہے قوم کی تقسیم بذریعہ تعلیم جلتی پر تیل کا کام کر جائے گی اور اس حقیقت سے بھی انکار ناممکن ہے کہ پاکستان میں ایک متحدہ قوم کا تصوّر سر دست ایک مشترکہ زبان اردو کے بغیر محال ہے اور فی الحال بھی اردو کو پورے ملک میں اتحاد کے ایک مضبوط ذریعہ سے مروّجہ برتری حاصل ہے۔ اُردو انگریزی اور چینی کے بعد دنیا کی تیسری بڑی زبان ہے اور جو پانچوں براعظموں میں رابطہ کی زبان بن چکی ہے جسے پورے ملک میں قومی وحدت کا شعار مل چکا ہے، جو پاکستانی ثقافت کی ایک علامت ہے، ہر علاقہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اہلِ پاکستان کے اتحاد و اتفاق کی مظہر ہے، یہ کسی خاص نسل یا گروہ کی زبان نہیں ہے بلکہ پوری پاکستانی قوم کی مشترکہ میراث ہے، عالمی سطح پر بہت بڑا مقام حاصل کر چکی ہے' ہمارے دینی سرمایہ کی محافظ ہے —— اس کی جگہ نئی تعلیمی پالیسی کے تحت سات سمندر پار کی انگریزی زبان لانا اور درجہ اوّل سے اسے لازمی قرار دینا ملّی وحدت اور قومی اقدار کے ساتھ استہزاء ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ وزارتِ تعلیم کی تازہ ترین ہدایات اور نئی تعلیمی پالیسی سوچی سمجھی سکیم اور ایک گہری اور خطرناک سازش کا نتیجہ ہے جس کا مقصد دولتمندوں اور سرمایہ داروں کے ایک محدود طبقہ کی موجودہ بالادستی کو استحکام دینا ہے۔ پاکستان کی ۴۲ سالہ تاریخ گواہ ہے اور ہم بدیہی دلائل کی روشنی میں علیٰ وجہہ البصیرت کہتے ہیں کہ انگریزی زبان کے مفادات ایک محدود مراعات یافتہ طبقہ کے دائرے سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔

اُردو ذریعۂ تعلیم صوبائی عصبیت کے خاتمہ کی ضمانت ہے

قومی وحدت اور ترقی کا راز بھی اسی میں مضمر ہے کہ قومی زبان کو فروغ اور استحکام حاصل ہو۔ روس کے علاقہ میں سینکڑوں علاقائی زبانیں موجود ہیں مگر انہوں نے ذریعۂ تعلیم اور سرکاری زبان روسی زبان کو قرار دیا اور اسی راستے سے وہ ایک سپر پاور کے مقام کو پہنچا۔

بھارت میں بھی عملاً ایک زبان کی حکمرانی ہے۔ امریکہ میں فرانسیسی، جرمنی، ہسپانوی اور اطالوی زبانیں موجود ہیں لیکن انگریزی کو سرکاری اور پوری قوم کی مشترکہ زبان بنایا گیا۔

اور یہ تاثر بھی بے بنیاد، من گھڑت اور سراسر غلط ہے کہ انگریزی سیکھے بغیر قومی ترقی کا حصول ممکن نہیں۔ جاپان، جرمنی، ہالینڈ، فرانس، روس، چین کے ممالک میں پوری کی پوری قومیں انگریزی سیکھے اور پڑھائے بغیر ترقی کی اعلیٰ سطحوں کو چھو سکتی ہیں تو

پاکستان میں اس شرط کے لگانے کی کون سی ضرورت آپڑی ہے کہ یہاں ایک ایک بچے کو ابتدائے روز سے انگریزی پڑھانا قومی ترقی کے لیے ناگزیر ہے۔

ہمارے نزدیک پاکستان میں طبقاتی نظامِ تعلیم، لسانی عصبیتیں، علیحدگی پسند تنظیمیں اور طبقاتی مفادات کا جال توڑنے کے لیے اردو کو ذریعۂ تعلیم بنائے بغیر چارہ نہیں۔

ملّتِ اسلامیہ کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے اسلامی نظامِ تعلیم ناگزیر ہے

ایسے حالات میں وہ لوگ جو اسلام کی نشاۃِ ثانیہ اور ملّتِ اسلامیہ کی حیاتِ نو کا عزم کیے ہوئے ہیں، ان کے قومی پروگراموں اور عملی ترجیحات میں ملتِ اسلامیہ کے اس حقیقی نظامِ تعلیم و تربیت کی بحالی بھی سرفہرست شامل ہونی چاہیئے جس کی بنیاد خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی اور بعد میں اسے خلفاء راشدین اور قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں نے پوری آب و تاب کے ساتھ قائم رکھا۔ ایسا نظامِ تعلیم و تربیت بیک وقت سیرت و کردار کی تشکیل کا ایک مؤثر ذریعہ بھی تھا اور علوم و فنون میں کمالِ مہارت کی بنیاد بھی، ایسا نظامِ تعلیم جس نے غزالیؒ، رازیؒ، ابنِ خلدون، ابن رشد، ابن الہیثم اور فارابی جیسی نابغۂ روزگار ہستیاں پیدا کیں۔

مرکزِ علم دارالعلوم حقانیہ سمیت ملک بھر کے دینی مدارس کا قیام دراصل اسی نظامِ تعلیم کی بحالی اور اس کے احیاء کے سلسلہ میں مساعی کا تسلسل اور خشتِ اول ہے۔ تاہم ملک بھر کی دینی و سیاسی قیادت کو اب بھرپور جدوجہد کرنی ہوگی سکول اور کالجز کے نظامِ تعلیم، رفتارِ کار اور نصابِ تعلیم کا جائزہ لینا ہوگا اور وحدتِ تعلیم کے اس تصور کو عملی جامہ پہنانا ہوگا جو دین اور دنیائی تعلیم کو یکجا کر دے، جو طلباء کو حقیقی معنوں میں مقصدِ حیات کا شعور عطا کرے، جو طلباء کے دلوں میں اعلیٰ مقاصد کے حصول اور ارفع منازل کے طے کرنے کا عزم پیدا کرے اور جو جدید سائنسی اور تکنیکی علوم میں بھی ملتِ اسلامیہ کو دیگر اقوام کی قیادت و سیادت کا اہل بنا دے۔

اس انقلاب آفرین تصورِ تعلیم کے ثمرات سے نونہالانِ امت کو کماحقہٗ بہرہ ور کرنے کے لیے جادہ پیمائی کا آغاز اوائل عمر سے کیا جانا ضروری ہے کیونکہ یہی وہ عمر ہے جب دل و دماغ آئینے کی مانند شفاف ہوتے ہیں اور جذب و قبول کی استعداد پورے عروج پر ہوتی ہے۔ یہی وہ مناسب دور ہے جب تہذیب و تربیت، عمدہ خصائل، پاکیزہ معمولات، احساسِ طہارت، شوقِ مطالعہ، ذوقِ تجسس اور رغبتِ عبادت جیسے اوصاف کو بچے کے قلب و ذہن اور عمل و کردار میں پورے طور پر سمویا جا سکتا ہے ؎

شاخِ گل میں جس طرح بادِ سحرگاہی کا نم

عمر کے اس حصے میں بچے کی تعلیم و تربیت کا مؤثر ترین ذریعہ ماحول ہے وہ اپنے اردگرد جو کچھ دیکھتا

ہے اپنے کو اسی کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ لہٰذا ذمہ دارانِ تعلیم اور حکومتِ پاکستان سے ہماری یہی گذارش ہے کہ وہ ابتدائی درجات کے طلبہ کے لیے تعلیمی پالیسی میں انتشار و تفریق، لسانی تعصبات اور سات سمندر پار کی زبان و تہذیب کو فروغ دینے کے بجائے طلباء کی جسمانی اور روحانی پرورش، اخلاقی تربیت اور تعلیمی صلاحیت و استعداد کو اجاگر کرنے کے لیے ایک خاص پاکیزہ ماحول اور صحتمند فضا مہیا کرنے کی پالیسی بنائے تاکہ حد درجہ اثر پذیری کی اس عمر میں بچوں کا قیمتی وقت بے مقصدی میں ضائع ہونے کے بجائے عمدہ خصائل، اعلیٰ مقاصد اور پاکیزہ معمولات راسخ کرنے میں صرف ہو جس سے تعمیر شخصیت اور مستقبل کی مؤثر قومی قیادت کے لیے ایک ٹھوس بنیاد فراہم ہو سکے۔
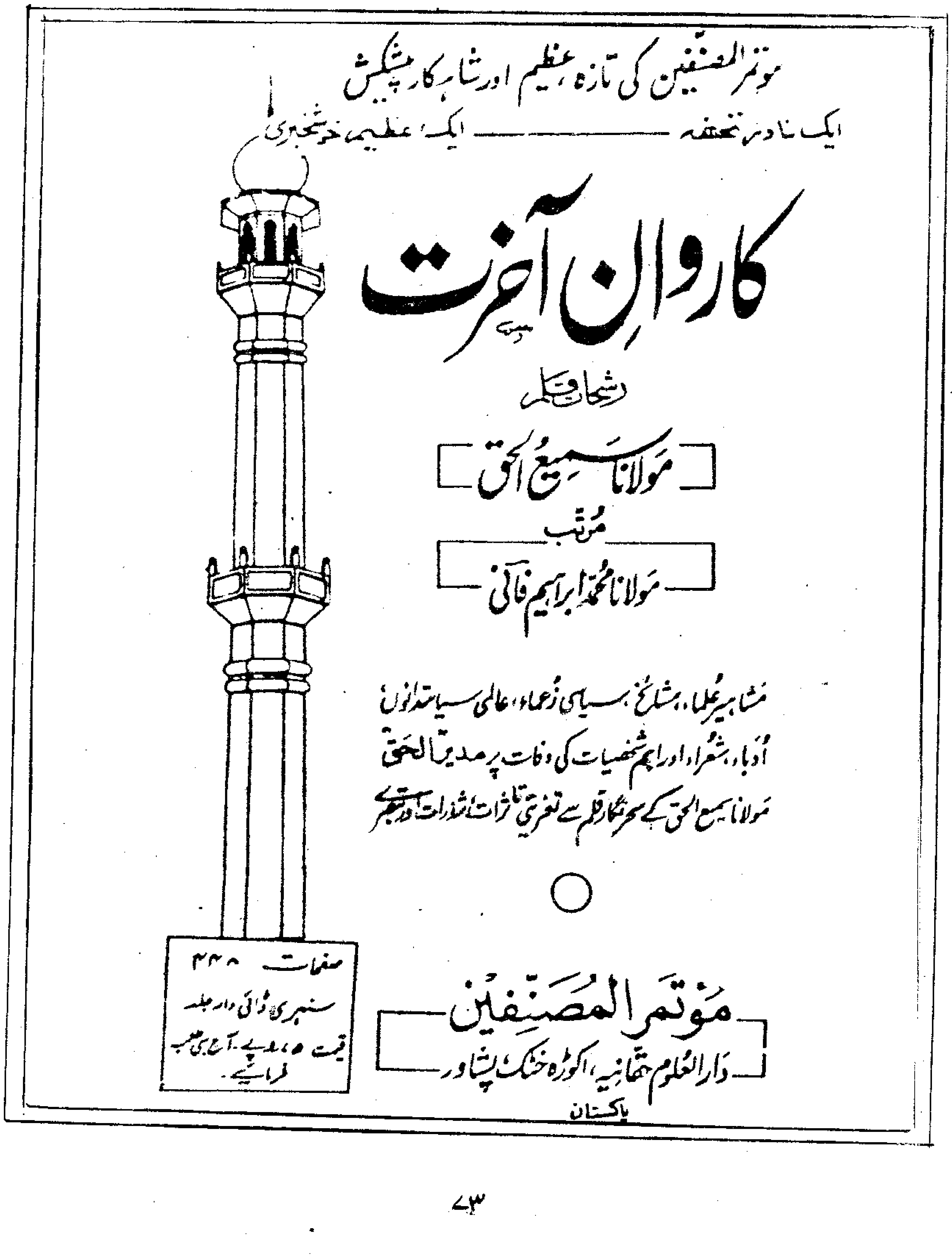
(عبدالقیوم حقانی)